سلسلہ دعوات عبدیت کے

حصہ دوم

کا پانچواں وعظ

تسہیل الاصلاح

حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ عالم ربانی مولٰنا و مقتدانا حاجی حافظ
قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی فاروقی چشتی حنفی قدس سرہ

بہ تصحیح

(محمد سراج الحق مچھلی شہری)

ناشر:- مکتبہ جامی و اخوانہ حسن منزل الہ آباد ۳

باہتمام

عبدالمجید اسرار کریمی پریس الہ آباد میں چھپا

شوال سنہ ۱۳۷۵ھ

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون
۳	خطبہ ماثورہ۔ تلاوت آیت
۴	کونسی منفعت قابل تحصیل ہے اور کون مضرت قابل دفع
۵	منفعت اور مضرت کی دوسری قسم
〃	دنیا کی کوئی منفعت خالص نہیں
〃	دفع تعارض درمیان آیت من یرید العاجلة وام للانسان
۶	اہل جنت کو بوجہ تفاضل درجات حسد نہ ہوگا
〃	اہل جنت میں حسد نہ ہونے کا ایک عجیب نکتہ
۷	دنیا کی مضرت فانی ہے اور خالص مضرت نہیں
〃	فیصلہ اس امر کا کہ کونسی منفعت قابل تحصیل ہے اور کونسی مضرت بچنے کے قابل ہے
〃	آخرت کی منفعت حاصل ہونے اور آخرت کی مضرت سے بچنے کا طریقہ
۸	اعمال صالحہ لوگوں پر بہت ثقیل ہیں
〃	نماز کی گرانی کا بیان
〃	روزہ بعض پر گراں ہے
〃	بعض پر حج گراں ہے
۹	زکوٰۃ کی گرانی
〃	ایجاب شرعی ایجاب عقلی سے اخف ہے
۱۰	طریقہ عجیبہ اعمال کی تمام گرانیوں کے سہل ہونے کا طریقہ
۱۱	تقویٰ اور تسدید لسان کو اصلاح اعمال اور محو ذنوب میں کیا دخل ہے
۱۲	خوف سے روکنے والی چیز کا بیان
〃	معنی آیۃ انہ ھو الغفور الرحیم
〃	درستی زبان کو جزو طریقہ اصلاح کیوں بتایا گیا
〃	لسان اور دیگر جوارح میں بہت سے تفاوت ہیں
〃	تفاوت اول
۱۳	تفاوت دوم
۱۴	تفاوت سوم
〃	تفاوت چہارم
〃	یصلح کی نسبت اپنی طرف فرمانے کے عجیب نکتے
۱۵	تحصیل خوف کا ایک عجیب طریقہ
〃	اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہونے کا طریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعواتِ عبدیت جلد دوم کا پانچواں وعظ

ملقب بہ تسہیل الاصلاح

این	متیٰ	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تعداد	متفرقات
جلال آباد	۱۱ر شعبان ۱۳۲۹ھ	۱ گھنٹہ	کھڑے ہو کر	اصلاح اعمال	مولوی محمد عبداللہ صاحب	۲۰۰	قدیم وضع لوگ زیادہ تھے

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ وسلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًاo یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًاo

یہ ایک آیۃ ہے جس میں حق تعالیٰ نے مختصر لفظوں میں ایک کارآمد مضمون پر متنبہ فرمایا ہے حاصل اُس کا یہ ہے کہ قاعدہٗ عقلیہ ہے کہ آدمی جو کام کرتا ہے اُس سے دو چیزوں میں سے ایک شے مقصود ہوتی ہے یا تو دفع مضرت (نقصان سے بچنا) یا جلب منفعت (فائدہ لینا) مثلاً کھانا کھاتا ہے لذت و تغذی کے لئے یہ ایک منفعت ہے دوا پیتا ہے دفع مرض کے واسطے یہ مضرت کا دفع ہوا، اور مثلاً نوکری کرتا ہے روپیہ کی تحصیل کے لئے تجارۃ کرتا ہے منفعت و فائدہ کے واسطے۔ رشوۃ دیتا ہے تاکہ کسی قسم کی سزا نہ ہو جاوے یا کسی بلا میں مبتلا ہے اُس سے رہا ہو جاوے۔ مکان بناتا ہے سردی و گرمی سے بچنے کے واسطے خلاصہ یہ ہے کہ یہ امر بالکل ظاہر اور بدیہی ہے کہ جو کچھ انسان کرتا ہے جلب منفعت کے لئے کرتا ہے یا دفع مضرت کے واسطے۔ اس میں کسی عاقل کو کلام نہیں اور نہ اس پر براہین و دلائل قائم کرنے کی ضرورت ہے البتہ منفعت و مضرت کی تعیین میں اہل الرائے و اہل ملت میں اختلاف ہے باقی نفس مسئلہ میں اتفاق ہے چنانچہ اول واضح ہو چکا ہے تعین میں البتہ بہت بڑا اختلاف ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ منفعت کی تحصیل تو ہر ایک کا مقصود ہے لیکن منفعت کی تعیین میں ہر ایک نے ایک رائے قائم کر رکھی ہے ایک شخص ساعی (کوشش کرتا ہے) ہے کہ مجھ کو مثلاً تحصیلداری یا تھانہ داری یا ڈپٹی کلکٹری وغیرہا علیٰ حسب اختلاف المقاصد مل جائے کہ اس میں میری عزت و آبرو ہے دوسرا ساعی ہے کہ مجھکو عہدہ نہ ملے کہ غریبوں پر ظلم ہو گا، (جیسا جس کا مقصد ہو) چنانچہ بعضوں پر زور دیا جاتا ہے کہ

حکومت قبول کرو اور وہ نہیں کرتے ایک وہ لوگ ہیں جنھوں نے سلطنت کے لئے ہزاروں جانیں ضائع کردیں اور ایک وہ تھے کہ بھاگتے تھے، وجہ اس کی یہی ہے کہ کوئی اس کو منفعت سمجھا اُس کی تحصیل کے لئے سعی کی اور دوسرے نے اس کو مضرت خیال کیا اس لئے اُس کے دفع میں کوشش کی اور جس قدر اختلافات عالم میں ہیں سب کی وجہ یہی ہے کہ ایک شخص ایک امر کو منفعت و مستحسن سمجھتا ہے اس کو اختیار کرلیتا ہے اُس کی تحصیل کے درپے ہوتا ہے دوسرا اُسی کو مضرت سمجھتا ہے اس لئے اُس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ اختلاف مذاہب کی یہی وجہ ہے لیکن اس وقت اس میں بحث نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت بفضلہ تعالیٰ سارا مجمع ایک مذہب کا ہے۔

اس وقت قابل غور امر یہ ہے کہ اس کا فیصلہ ہونا ضرور ہے کہ آیا کون منفعت واقع میں قابل تحصیل کے ہے کون مضرت قابل دفع کے ہے تو بعد تأمل یہ سمجھ میں آتا ہے کہ منفعت وہ لائق تحصیل کے ہے جس میں دو صفتیں ہوں ایک تو یہ کہ وہ منفعت زیادہ باقی رہنے والی ہو دوسری یہ کہ خالص ہو مشوب بضرر (نقصان سے ملی ہوئی) نہ ہو دیکھ لیجئے اگر کوئی منفعت چار سال رہنے والی ہو اور دوسری آٹھ سال تو ہر عاقل دوسری ہی کو پسند کرے گا اور اُسی کو اختیار کرے گا۔ مثلاً دو مکان ہوں ایک بڑا عالی شان اور خوبصورت ہو اور دوسرا چھوٹا اور بدصورت ہو اور وہ مکان کسی شخص کے سامنے پیش کئے گئے لیکن یہ کہا گیا کہ بڑا مکان چار پانچ روز کے بعد خالی کرالیا جاوے گا اور چھوٹا کبھی خالی نہ کرایا جاوے گا تو ظاہر ہے کہ ہر عاقل اس چھوٹے ہی مکان کو پسند کرے گا۔ اور اگر یہ کہدیا جاوے کہ نسلاً بعد نسلٍ تم کو دے دیا جاوے گا تو ضرور ہی پسند کرے گا معلوم ہوا کہ منفعت جس قدر باقی رہنے والی ہوگی اُسی قدر زیادہ اعتبار کے قابل ہوگی اسی طرح اگر وہ مکان عالی شان باوجود اپنی خوبصورتی کے کسی ضرر پر مشتمل ہو مثلاً ہمسایہ اچھا نہ ہو یا اور کوئی مضرت کا احتمال ہو اور اس چھوٹے مکان میں یہ اندیشہ نہ ہو تو ظاہر ہے کہ وہ چھوٹا ہی مکان پسند ہوگا۔ پس یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ منفعت وہ قابل تحصیل کے ہے جو مضرت سے خالص ہو اسی طرح مضرت بھی وہ زیادہ قابل اہتمام کے ہوتی ہے جو زیادہ باقی رہنے والی ہو اور نیز من کل الوجوہ (ہر لحاظ سے) مضرت ہی ہو کوئی شائبہ اُس میں منفعت کا نہ ہو دیکھو اگر اثنائے سفر میں آدمی کسی مکان میں ایک دو شب کے لئے قیام کرتا ہے اور وہاں کوئی ناگوار امر پیش آتا ہے تو اُس کے دفع میں زیادہ اہتمام اور فکر نہیں کرتا بخلاف اس کے کہ وطن اصلی میں کوئی امر پیش آوے تو اُس کے دور کرنے کی زیادہ فکر ہوتی ہے اس لئے کہ وہاں ہمیشہ رہنا ہے اور مثلاً اگر کہا جاوے کہ اگر تم چار دن کے لئے دھوپ میں سفر کرلو تو تم کو عمر بھر راحت ملے گی یا اگر چار ماہ راحت سے رہو گے تو عمر بھر جیلخانہ میں رہو گے تو ظاہر ہے کہ ہر عاقل اس چار روز کے سفر کی مشقت کو گوارا کرے گا اور دوسری صورت کو پسند نہ کرے گا معلوم ہوا کہ مضرت باقیہ و خالصہ زیادہ فکر کے قابل ہے اور مضرت فانیہ زیادہ قابل التفات نہیں ہے، پس منفعت و مضرت دونوں کی دو قسمیں ہوئیں منفعۃ باقیہ خالصہ منفعۃ فانیہ غیر خالصہ۔ مضرۃ باقیہ خالصہ۔ مضرۃ فانیہ غیر خالصہ۔ اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے کہ دُنیا کی منفعۃ و مضرۃ تو ہر شخص کے پیش نظر

منفعت و مضرت کی دو دو قسم

ہے ہم کو اللہ و رسول ؐ نے ایک اور منفعت و مضرت کی بھی خبر دی ہے جو مرنے کے بعد واقع ہونے والی ہے۔
اب محل کے اعتبار سے منفعۃ و مضرۃ کی دو قسمیں اور نکلیں منفعۃ دنیویہ منفعۃ اخرویہ مضرۃ دنیویہ۔ مضرۃ اخرویہ۔ اب ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ چار قسمیں اخیر کی یعنی منفعت دنیویہ و اخرویہ مضرۃ دنیویہ و اخرویہ پہلی اقسام کی کس قسم میں داخل ہیں یعنی غور کرنا چاہئے کہ منفعۃ دنیویہ آیا منفعۃ باقیہ خالصہ ہے یا فانیہ غیر خالصہ۔ اسی طرح مضرۃ دنیویہ کو بھی دیکھنا چاہئے اور منفعۃ اخرویہ و مضرۃ اخرویہ کو بھی دیکھنا چاہئے یعنی یہ کہ کونسی منفعۃ اور مضرۃ کس قسم میں داخل ہے سو دیکھ لیجئے کہ دنیا کی منفعۃ تو فانیہ ہے اور آخرۃ کی باقیہ ہے اور آخرۃ کی مضرۃ باقی رہنے والی ہے۔ اور دنیا کی مضرۃ فنا ہونے والی ہے۔

دنیا کی کوئی منفعت خالص نہیں ہے

اسی طرح دوسرے اعتبار سے دیکھئے کہ دنیا کی منفعۃ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی ہو مگر خالص نہیں مثلاً کھانا ہی لے لیجئے اول تو حاصل کس کلفت سے ہوتا ہے کہ اول زمین کو درست کیا جاتا ہے اس کے لئے بیل و آلات زراعت مہیا کرنے ہوتے ہیں اس کے بعد بوتے ہیں پانی دیتے ہیں، حفاظت کرتے ہیں کاٹتے ہیں۔ گاہتے ہیں اوڑاتے ہیں پیستے ہیں، پکاتے ہیں۔ اس قدر کلفتوں کے بعد جب اس سے عین انتفاع (نفع اٹھانے) کا وقت ہوتا ہے کہ اس وقت بظاہر تمام کلفتیں ختم ہو جاتی ہیں اور التذاذ (مزہ لینا) ہی کا وقت ہوتا ہے لیکن اس وقت بھی اکثر اوقات کوئی نہ کوئی کلفت پیش آجاتی ہے کہ وہ کلفت التذاذ میں سد راہ ہو جاتی ہے مثلاً روٹی کا ٹکڑا گلے میں اٹک گیا کھانا کھانے بیٹھے کسی عزیز کے مرنے کی خبر آگئی یا اور فکر میں ڈالنے والی کوئی بات سن لی کہ سب کھانا پکا پکایا بے لطف ہو گیا یا وہ کھانا ہضم نہیں ہوا قبض ہو گیا یا دست آنے لگے، سلاطین اور امراء کے عیش سے زیادہ کسی کا عیش نہیں ہے لیکن ان کو سب سے زیادہ پریشانیاں ہیں اولاد کو دیکھ لیجئے کہ بڑی بڑی تمناؤں کے بعد پیدا ہوتی ہے انواع انواع کی تکالیف اٹھا کر ان کو پرورش کرتے ہیں پھر اکثر اولاد خلاف مزاج ہوتی ہے والدین کو سینکڑوں طرح طرح کی ان سے تکالیف پہنچتی ہیں غرض دنیا کی جس منفعۃ کو دیکھو گے خالص نظر نہ آوے گی اور اپنے مقصد کے موافق نہ ہو گی حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۝ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ۝ کیا انسان کیلئے جو جو تمنا کرے وہ حاصل ہو جاتی ہے؟ (یعنی نہیں) پس آخرۃ اور دنیا سب اللہ کے اختیار میں ہے۔

لیکن اس پر کوئی یہ شبہہ نہ کرے کہ لِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى سے تو یہ معلوم ہوا کہ جیسے دنیا ہمارے اختیار میں نہیں ہے اسی طرح آخرۃ بھی نہیں ہے پھر فرق کیا ہوا بلکہ نہ وہ قابل تحصیل ہوئی نہ یہ ہوئی تو جو اس تقریر سے تمہارا مقصود ہے کہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرۃ کی رغبت دلانا وہ حاصل نہ ہوا جواب یہ ہے کہ دوسرے مقام پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں، مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ یعنی جو شخص صرف دنیا طلب کرے تو دنیا میں جو ہم چاہیں گے جس کو چاہیں گے وہ دیں گے پھر اس کے لئے ہم جہنم تجویز کریں گے اس میں داخل ہو گا اس حالت میں کہ مذموم و مردود ہو گا اور جو شخص آخرۃ چاہے گا اور اس کے لئے پوری سعی کرے اور وہ مومن بھی ہو پس ان لوگوں کی سعی کی قدر

کی جاوے گی دیکھئے دُنیا کی نسبت تو یہ فرمایا کہ ہم جس کو چاہیں گے اور جتنی چاہیں گے او۔ آخرۃ کی نسبت وعدہ فرمایا کہ جو اُس کے لئے سعی کرے گا اُس کی سعی کی قدر کی جاوے گی۔ یعنی اس کا بدلہ ملے گا دونوں جگہ قضیہ شرطیہ ہے مگر دوسری جگہ کامیابی کا وعدہ ہے اور پہلی صورۃ میں نہیں ہے پس حاصل یہ ہوا کہ اختیار میں تو خدا ہی کے ہے دُنیا بھی آخرۃ بھی مگر آخرۃ کی سعی پر آخرۃ دینے کا وعدہ ہے اس لئے وہ قابل تحصیل ہوئی بخلاف دُنیا کے بہرحال آیۃ ام للانسان ما تمنّٰی الخ سے جو شبہہ ہوا تھا وہ مرتفع ہوگیا۔ اب ہم لوگوں نے برعکس معاملہ اختیار کیا ہے کہ جس کا (یعنی دنیا) وعدہ نہیں ہے اور اُس کو اپنی مشیت پر رکھا ہے اُس کے طلب میں تو منہمک ہیں اور نیز اس کے اسباب تحصیل (نوکری تجارت زراعت وغیرہا) کی نسبت (چاہئے) تو ایسا معاملہ کرتے ہیں کہ گویا ان کے (لگے) نزدیک (اینجا) بسبب ان پر ضرور مرتب ہوگا اور جس کا وعدہ ہے (یعنی آخرۃ) اُس کے اسباب (صلوٰۃ صوم حج زکوٰۃ وغیرہا من المامورات) کی طرف مطلق التفات نہیں۔ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا (ذرا دیکھنا دونوں میں کتنا فرق ہے۔ سراج (احکام)) خلاصہ یہ کہ دُنیا کی ہر منفعت کے اندر کدورت ہے بخلاف آخرۃ کی منفعۃ کے کہ جس کو حق تعالیٰ اپنی رضامندی کے ساتھ جنت نصیب فرماوے وہاں اُس کو کوئی آزار نہیں فرماتے ہیں وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ۔ یعنی تمہارے لئے جنت میں ہر وہ شے ملیگی جس کو تمہارا جی چاہے گا دوسری جگہ فرماتے ہیں لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ۔ یعنی ہم کو جنت میں نہ تعب لگے گا اور نہ اُس میں تکان ہوگا۔

اگر کوئی کہے کہ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ایک کے پاس دُنیا کا سامان جیسے مال، اولاد، مکان، گھوڑے، جوڑے وغیرہ بہت ہوتا ہے تو دوسرا دیکھ کر اسکو حسد کرتا ہے اور حسد کی آگ سے جلتا ہے تو یہ مسلّم ہے کہ جنت میں سب نعمتیں ہونگی لیکن اختلاف درجات کی وجہ سے شاید آپس میں حسد ہو تو یہ بھی ایک قسم کی تکلیف اور کدورت ہے جواب یہ ہے کہ وہاں پر حسد نہ ہوگا ہر شخص اپنے حال اور نعمتوں میں بیحد خوش ہوگا اور کوئی یہ شبہہ نہ کرے کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو دوسروں کو اپنے سے افضل سمجھے گا یا نہیں اگر افضل جانے گا تو جہل لازم آئے گا۔ جواب یہ ہے کہ ہم اس شق کو اختیار کرتے ہیں کہ وہ افضل کو اپنے سے افضل جانے گا۔ لیکن وہ اُن کے درجات کی تمنا نہ کرے گا اس لئے کہ اپنی استعداد اُس کو معلوم ہوگی اور اپنے اعمال اُس کو پیش نظر ہوں گے اور تفاوت درجات وہاں تفاوتِ اعمال سے ہوں گے اس لئے اُس کو معلوم ہوگا کہ اس سے زیادہ درجہ مجھ کو نہیں مل سکتا اس لئے وہ اسی میں خوش ہوگا نہ کسی پر اُس کو حسد ہوگا اور نہ زیادہ کا متمنی ہوگا۔

دوسرا جواب اُس سے باریک ہے وہ یہ کہ وہاں سب عبدِ کامل ہوں گے تمام مقامات باطنی حاصل ہوں گے اور مقامات میں سے رضا بھی ہے اس لئے مقام رضا بھی اُس کو حاصل ہوگا اور وہ اُس میں اس قدر خوش ہوگا کہ درجات فاضلہ کی اُس کے قلب میں تمنا نہ ہوگی جیسا کہ دُنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ بعض طبایع میں قناعۃ کا مضمون ایسا راسخ ہے کہ اُن کے قلب میں ترقی دینا نہ ہونا کیا معنی بلکہ اُس سے نفرت ہے، ایک پولیس کے اہل کار دیکھے گئے کہ اُن کے افسر کوشش کرتے ہیں کہ اُن کی ترقی کریں مگر وہ منظور نہیں کرتے اور اُن کے ہم چشم اُن پر ہنستے ہیں، بات یہ ہے کہ طبایع کا مذاق مختلف ہے جبکہ دُنیا میں اس کا نمونہ موجود ہے آخرت میں تو کیا بعید ہے

ہاں ایک شبہ رہا وہ یہ کہ حدیثوں میں آتا ہے کہ جنّتی آپس میں ملیں گے اور ایک جنّتی دوسرے کو دیکھ کر تمنا کریگا کہ جیسا لباس اس کا ہے ایسا ہی میرا بھی ہو۔
چنانچہ فوراً اسی طرح کا اُس کا لباس ہوجائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ تمنّا کرے گا۔ جواب یہ ہے کہ یہ تمنّا صرف لباس کے بارے میں آئی ہے درجہ کے بارے میں نہیں ہے اور لباس کے اندر مساواۃ (برابری) ہونے سے درجہ کی مساواۃ یا فضیلت لازم نہیں کما ہو ظاہرٌ جداً (جیساکہ ظاہر ہی ہے)۔ پس جس میں فرق رہنا ضروری ہے یعنی درجہ اُس کی تو تمنّا نہ ہوگی اور جس کی تمنا ہوگی یعنی لباس میں فرق ہونا ضروری نہیں، پس حسد کی کوئی گنجائش نہ ہوئی۔ حاصل یہ کہ جنت کی نعمتیں سب خالص ہوں گی کدورت کا اُن میں نام ونشان نہ ہوگا بخلاف نعماءِ دُنیا کے کہ اُن سب میں کچھ نہ کچھ کدورت ضرور ہی ہوتی ہے اب مضرت دنیوی کو دیکھئے کہ مضرت دنیویہ خواہ کیسی ہی اشد ہو لیکن فنا ہونے والی ہے اگر کسی کو کوئی بیماری ہے اول تو دنیا ہی میں صحت ہوجاتی ہے ورنہ مرکر تو تمام مصائب کا خاتمہ ہو ہی جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی افلاس میں یا کسی اور طرح کے رنج غم فکر میں مبتلا ہوتا ہے سب ایک نہ ایک دن ختم ہوجاتے ہیں۔
معلوم ہوا کہ مضرت دُنیا کو بقا نہیں ہے اسی طرح دوسرے اعتبار سے دیکھئے کہ مضرت دُنیا خالص مضرت نہیں بلکہ تامل سے دیکھا جاوے تو اُس میں سیکڑوں منفعتیں دُنیا اور دین کی ہوتی ہیں دُنیا کی منفعت تو یہ کہ مثلاً ایک شخص کسی بیماری میں مبتلا رہتا ہے تو اگر یہ تندرست رہتا تو خدا جانے کیا کیا فساد کرتا اور اُسکے سبب سے یہ بے آبرو ہوتا جیلخانہ جاتا اور ظاہر ہے کہ عاقل کے لئے آبرو جان سے زیادہ عزیز ہے اور دین کی منفعت تو بہت ہی ظاہر ہے کہ بیماری ذنوب (گناہ) کو محو (مٹاتی) کرتی ہے اور بہت سے منہیات (برائیوں) سے روکتی ہے خلاصہ یہ کہ دُنیا کی مضرت فنا ہونے والی بھی ہے اور من کل الوجوہ مضرت نہیں ہے بخلاف مضرت اخرویہ کے کہ وہ مضرت ہی مضرت ہے تمام مضرتیں وہاں علی الکمال (پوری طرح) موجود ہیں پس ثابت ہوا کہ منفعتِ دنیویہ فانی بھی ہے قلیل بھی ہے اور مشوب بکلفت ہے اور اخروی منفعت باقی بھی ہے کثیر بھی ہے اور خالص بھی ہے اسی طرح مضرتِ دُنیا فانی ہے اور غیر خالص (دکھ سُکھ بھی) اور اخروی مضرت باقی بھی ہے اور خالص ہے۔
اب روزِ روشن کی طرح فیصلہ ہوگیا اور آپ خود موازنہ کرسکتے ہیں کہ حاصل کرنے کے قابل کون سی منفعت ہوئی سو ظاہر ہے کہ مسلمان (جو کہ اللہ و رسول کو سچا جانتا ہے) اس سوال کا یہی جواب دے گا کہ منفعت آخرۃ تحصیل کے قابل ہے اسی طرح دُنیا اور آخرۃ کی مضرتوں میں موازنہ کرلیجئے کہ کون مضرت زیادہ بچنے کے قابل ہے ظاہر ہے کہ دُنیا کی مضرت آخرت کی مضرت کے مقابلے میں اصلاً قابل التفات نہیں زیادہ اہتمام کے قابل آخرۃ کی مضرت ہے اِس کے بعد سمجھئے کہ آخرۃ کی منفعت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور آخرۃ کے ضرر سے کس طریق سے بچ سکتے ہیں۔
تو سمجھ لیجئے کہ آخرۃ کی منفعۃ جنت ہے اور اُس کے حاصل کرنے کا طریق اعمال صالحہ ہیں اور آخرۃ کی مضرت دوزخ ہے اور اُس سے بچنے کا طریق بداعمالیوں سے بچنا ہے خلاصہ یہ کہ اعمال صالحہ کو اختیار کیا جاوے

اور ذنوب سے بچا جاوے اور جو ہو چکے ہیں اُن سے توبہ کی جاوے خلاصہ یہ کہ مقصود دو شے ہیں اصلاح اعمال، محو ذنوب اور محو ذنوب کے معنے یہ ہیں کہ گذشتہ سے توبہ کی جاوے اور آیندہ سے بچنے کا عزم کیا جاوے لیکن اعمال کی تحصیل اور گناہوں سے بچنا اول تو اکثر لوگوں پر ہمیشہ ہی سے گراں اور ثقیل ہے پھر خصوصاً اس زمانہ میں تو اعمال صالحہ لوگوں پر بہت ہی بھاری ہیں چنانچہ بڑے ضروری اعمال صلوٰۃ صوم حج زکوٰۃ ہیں لیکن دیکھا جاتا ہے کہ ان سب کے اندر بے حد سستی کی جاتی ہے بلکہ مصیبت سمجھتے ہیں یہاں تک کہ اخبار میں شائع ہوا تھا کہ نماز نے ترقی کو روک دیا ہے کیونکہ یہ سُن کر کہ مسلمان ہو کر پانچ وقت کی نماز پڑھنی پڑے گی اسلام سے بعضے آدمی رُک جاتے ہیں اس لئے اس کو اسلام سے خارج کر دیا جاوے نعوذ باللہ ان احمقوں سے کوئی پوچھے کہ جس اسلام میں نماز نہیں وہ کیا اسلام ہوا اس بیہودہ رائے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عقل پرستوں پر نماز بہت ہی بھاری ہے۔

ہمارے مدرسہ دیوبند میں ایک طالب علم نو وارد آئے تھے منطقیوں کی صحبت میں بہت رہے تھے دین کی مطلق پروا نہ تھی نماز کی پابندی نہ تھی، اور یہاں دیوبند میں نماز کا بڑا اہتمام ہے پانچ وقت سب طلبہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو جب نماز کا وقت آتا اُن کو بھی زبردستی لے جاتے ایک روز کہنے لگے کہ حضورؐ جو معراج میں تشریف لے گئے تھے وہاں پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں پھر کم ہوتے ہوتے پانچ رہی تھیں معلوم ہوتا ہے کہ دیوبند میں پوری پچاس کی پچاس باقی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ نماز اُن کو سخت مصیبت معلوم ہوتی تھی۔ حق تعالیٰ بھی فرماتے ہیں اِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ یعنی بے شک نماز بہت بھاری ہے مگر اُن لوگوں پر جو خشوع کرنے والے ہیں اسی واسطے میں تو نمازی کو ولی سمجھتا ہوں، حق تعالیٰ کا فضل ہی ہے کہ نماز پابندی کے ساتھ ادا ہوتی ہے۔

علیٰ ہذا روزہ کو بہت ثقیل سمجھتے ہیں، کانپور میں ایک شخص تھے انھوں نے کبھی روزہ ہی نہیں رکھا میں نے اُن سے کہا تو کہنے لگے کہ میں کسی طرح متحمل ہی نہیں میں نے کہا کہ امتحان کے لئے ایک تو رکھو چنانچہ رکھا اور پورا ہو گیا تب معلوم ہوا کہ یہ خیال کتنا غلط تھا کہ میں متحمل ہی نہیں۔

بعضے لوگ حج کا نام سُن کر وہاں کی بہت مذمت کرتے ہیں کہ وہاں بدو مار ڈالتے ہیں، لوٹ لیتے ہیں اور بعضے تو گئے بھی نہیں مگر اوروں سے سُن سُن کر وہ بھی مذمت کیا کرتے ہیں یہ سب کم ہمتی کی باتیں ہیں، میں اُن کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا ہندوستان میں ایسے واقعات نہیں ہوتے بلکہ اگر وہاں کے مجمع پر نظر کی جائے تو حق تو یہ ہے کہ جس قدر واقعات ہونا چاہئیں اُن سے بہت کم ہوتے ہیں ہندوستان میں اس کا عشر عشیر بھی اگر مجمع ہو جائے تو بہتیرے واقعات ہو جاتے ہیں بلکہ بغیر مجمع کے بھی راستوں میں واقعات ہو جاتے ہیں، ہم یہ نہیں کہتے جیسا بعض کہتے ہیں کہ بدوؤں کو لوٹ مار حلال ہے اس لئے کہ وہ دائی حلیمہ سعدیہ کی اولاد ہیں یہ تو بالکل لغو ہے وہ اگر ایسا کرتے ہیں تو زیادہ گنہگار ہوتے ہیں لیکن یہ ضرور کہیں گے اور تم اس کو یاد رکھو کہ حج کا سفر سفرِ عشق ہے راہ عشق میں تو سب کچھ پیش آتا ہے بلکہ پیش نہ آنا عجیب ہے دُنیا کے محبوب سے ملنے کے لئے

کیسی کیسی مصیبتیں پیش آتی ہیں مگر سب گوارا کرتے ہیں ؎

نسازد عشق را کنج سلامت — خوشا رسوائی کوی ملامت

[عشق (والوں) کو آرام و سلامتی سے بیٹھنا راس نہیں آتا — ہائے ملامت والی گلیوں کی ذلت بھی کیا مزے کی چیز ہے۔ سراج]

عشق مولیٰ کے کم از لیلےٰ بود — گوی گشتن بہر او اولےٰ بود

اللہ کا عشق لیلےٰ کے عشق سے کم تو ہے نہیں — تو گیند کی طرح سر کے بل چلنا اور چوٹیں کھانا اللہ کیلئے زیادہ مناسب ہے سراج

ایک بزرگ ایسے باہمت تھے کہ انھوں نے ۳۲ حج کئے تھے۔ ایک شخص مولوی منظور احمد صاحب بنگالی تھے مدینہ طلیبہ میں رہتے تھے مگر ہر سال حج کیا کرتے تھے اور حج کر کے مدینہ طلیبہ لوٹ جاتے تھے، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو دیکھ کر ایک بار یہ شعر پڑھا ؎

زہے سعادتِ آں بندہ کہ کرد نزول — گہے بہ بیتِ خُدا و گہے بہ بیتِ رسول

اُس بندہ کی خوش نصیبی کا کیا پوچھنا جو کبھی بیت اللہ کعبہ میں جا نکلے اور کبھی بیت رسول (مدینہ) میں آٹھہرے۔ سراج]

اور بعضے ایسے بھی ہیں کہ قریب بیت اللہ شریف کے رہتے ہیں اور اُن کو اب تک بھی حاضری نصیب نہیں ہوئی ایک صاحب فرماتے تھے کہ ایک بدوی بیس پچیس برس سے مکہ معظمہ آتا تھا اُس نے ایک دن پوچھا کہ یہ لوگ اطراف و جوانب سے اس کثرت سے یہاں کیوں آتے ہیں اللہ اکبر اُس کو اتنی بھی خبر نہیں تھی کہ یہاں کیوں آتے ہیں علیٰ ہذا۔ زکوٰۃ میں گرانی ہوتی ہے چالیس ہزار میں سے جب ایک ہزار روپیہ نکلتا ہے تو گراں گذرتا ہے حالانکہ چالیسواں حصہ بہت ہی کم ہے امم سابقہ (گذشتہ قوموں) پر چوتھائی حصہ مال کا فرض تھا یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ چالیسواں حصہ ہی فرض کیا گیا یہ بھی لوگوں پر بھاری ہے۔

آج کل کے نو تعلیم یافتہ اس فکر میں ہیں کہ احکام شرعیہ ہماری عقل کے موافق ہوتے ہیں واللہ خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ عقل کے فتویٰ پر حکم شرعی نہیں ہے عقل تو یوں چاہتی ہے کہ اگر کسی کے پاس چالیس ہزار روپیہ ہو تو ۳۹ ہزار بلکہ زیادہ زکوٰۃ میں دیا جائے اور ایک ہزار خود رکھا جائے۔ اس لئے کہ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ غربا و مستحقینِ زکوٰۃ کی تعداد زیادہ ہے اور اغنیاء (مالدار) کی کم ہے اور ادھر یہ ثابت ہے کہ بنی آدم اعضائے یک دیگر اند (تمام آدمی ایک دوسرے کے ہاتھ پیر ہیں۔ سراج) اور نیز مساواۃ بَیْنَ الاقوام (قوموں میں برابری سراج) آج کل کے اصول عقلیہ سے ہے تو اس شخص کو کوئی حق اس بات کا نہیں ہے کہ اس کے پاس چالیس ہزار روپیہ ہوں اور دوسرا نان شبینہ (باسی روٹی) کو محتاج ہو بس یہ رحمت نہیں تو کیا ہے ایک ہزار زکوٰۃ کے واجب ہوئے اور ۳۹ ہزار رکھنے کی اس کو اجازت ہوئی اگر کوئی کہے کہ جب یہ عقل کا مقتضا تھا تو شریعت نے اس کا کیوں اعتبار نہیں کیا۔ کیا احکام شرعیہ عقل کے خلاف ہیں جواب یہ ہے کہ اگر عقل کے فتویٰ کے موافق زکوٰۃ میں حکم ہوتا تو اُس میں تمدن محفوظ نہ رہتا اس لئے کہ سب یکساں حالت میں ہوتے اگر کسی کو کوئی کام پیش آتا اور مزدور کی ضرورت ہوتی تو کہاں سے آتا، خدمت گار کہاں سے ملتا، حجام، دھوبی، نائی، بھنگی کے کام کون کرتا غرضیکہ یہ سب کام اٹکے رہتے اور زندگی گذارنا مشکل ہوتا اس سے آپ کو شریعت

زکوٰۃ کی گرانی

احکام شرعیہ کا عقل سے انطباق

کی خوبی معلوم ہوئی ہوگی کہ اُس کے احکام کتنے مصالح اور حکم پر مبنی ہیں خلاصہ یہ کہ شریعت جو ہمدردی کرتی ہے وہ آپ کی عقل نہیں کر سکتی حاصل یہ کہ جس قدر احکام شرعیہ ہیں سب کے اندر لوگوں کو گرانی ہوتی ہے اور جو احکام کرنے کے ہیں ان میں گرانی ہو تو زیادہ تعجب نہیں ہے جن امور سے منع کیا گیا ہے اُن میں بھی گرانی ہوتی ہے حالانکہ ترک، فعل سے اسہل ہے فعل میں تو ایک کام کرنا ہوتا ہے اور ترک میں کیا مشقت ہے بلکہ سہولت ہونا چاہئے دیکھئے ایک ادنیٰ سی شے غیبت ہے کہ بجز مضرت کے اس میں اور کچھ نہیں اور گناہوں میں تو کچھ حظ یا نفع دنیوی بھی مرتکب (کرنے والے) کے زعم میں ہوتا ہے اور اس (غیبت) میں تو کچھ بھی نہیں ہے لیکن ہم لوگوں سے یہ نہیں چھوٹتی، غرض کہ احکام شرعیہ خواہ متعلق فعل کے ہوں یا ترک کے، سب میں لوگوں کو گرانی ہوتی ہے اور جب ایک ایک فعل اور ایک ایک ترک بھی گراں ہے تو جب کہ پچاس عمل کرنے کے ہوں اور پچاس نہ کرنے کے جیسے احکام کی اب موجودہ حالت ہے تو سَو مشقتیں ہوئیں سُن کر بھی جی گھبرا جاوے گا کہ میاں یہ تو بڑی مصیبت آپڑی کہ یہ کام کرو وہ نہ کرو سخت اُلجھن اور دشواری ہے۔ ہے کوئی میاں فلسفی بتلائے تو سہی کہ یہ معما کس طرح حل ہو اور یہ دشواری کس طرح سہل ہو اگر تمام فلاسفہ قدیم وجدید جمع ہو کر سوچیں تو ہرگز کوئی طریقہ ایسا نہیں نکال سکتے جس سے یہ پیچیدگی اور یہ گتھی کھلے اور اگر کوئی سوچ بچار کر کوئی طریقہ نکالے بھی تو وہ سہل نہ ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے بندوں کی اس مشقت اور اس اُلجھن کو دفع کرنے کے لئے ایک طریقہ نہایت مختصر لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے اس آیہ کریمہ میں جو میں نے تلاوت کی ہے اُسی طریقہ کا بیان ہے یہ حاصل ہے اس تقریر کا مجملاً اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اوّل ثابت ہو چکا ہے کہ دو شے مقصود ہیں اعمال صالحہ کا حاصل کرنا اور محو ذنوب (گناہ مٹانا) اور اُن میں بھی گرانی اس کی سہولت کے لئے دو طریق ارشاد فرمائے ہیں کہ ان کو اختیار کرلو تو وہ دو چیزیں جو بڑی مشقت کی تھیں وہ آسان ہو جاویں گی۔ اُن میں سے ایک "اتقوا اللہ" ہے اور دوسرے "قولوا قولاً سدیداً" ہے یعنی اللہ سے ڈرو اور بات ٹھیک کہو اس پر دو شے مرتب فرمائی ہیں "یصلح لکم اعمالکم" اور "یغفر لکم ذنوبکم" یعنی اگر تم ان دو باتوں کو اختیار کرلوگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرماویں گے اور تمہارے گناہ بخش دیں گے اور ان ہی میں تم کو گرانی تھی جس کا اوپر بیان ہوا۔ حاصل یہ کہ تقویٰ جس کا ترجمہ خدا کا خوف ہے فعل قلب کا ہے اور کہنا فعل زبان کا ہے۔ خلاصہ طریق کا یہ ہوا کہ دل اور زبان کو تم درست کرلو باقی سب کام ہم کر دیں گے، قلب ایک شے ہے اُس کے متعلق صرف ایک شے بتلائی ہے کچھ جھگڑے کی بات نہیں ہے ایک نہایت مختصر کام فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کرو جیسے کسی شخص سے کہا جاوے کہ یہ پچاس گاڑیاں ہیں ان کو ایک دم سے چلاؤ اور وہ سخت پریشان ہو کہ میں کس طرح چلاؤں یہ تو سخت مشکل ہے پھر اس کو ایک طریق بتلایا جاوے کہ ان میں انجن لگا دو سب گاڑیاں خود بخود چل پڑیں گی واللہ ایسی بے نظیر تعلیم ہے کہ کوئی حکیم کوئی فلسفی کوئی عاقل مثل نہیں لا سکتا اور کیوں نہ ہو یہ ایک مطب ہے ایسی ذات پاک کا جو انسان کے رگ پٹھوں کے ریشہ ریشہ سے واقف ہے

اس لئے اُس کی حالت کو دیکھ کر علاج تجویز کیا ہے۔

تقویٰ اور تسدید لسان کو اصلاح اعمال اور محو ذنوب میں کیا دخل ہے

اب دیکھنا چاہئے کہ ان دونوں چیزوں کو اصلاح اعمال اور محو ذنوب میں دخل ہے یا نہیں تو بعد تأمل (غور) یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے افعال کی ترتیب یوں ہے کہ اول قلب سے ارادہ پیدا ہوتا ہے اُس کے بعد صدور ہوتا ہے گویا انجن قلب ہے تو اگر قلب درست ہوگیا تو سب کچھ درست ہوجائے گا بلکہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ دُنیا کا سارا جہاز اور تمام بکھیڑے سب کے سب قلب ہی کے خیال پر چل رہے ہیں یہ پہاڑ کی برابر عمارتیں یہ ہرے بھرے باغ یہ طرح طرح کے سامان' سب کا انجن' خیال ہی ہے اسی واسطے تو حدیث میں آیا ہے کہ ان فی الجسد مضغةً اذا صلح صلح الجسد کلّہٗ واذا فسد فسد الجسد کلّہٗ یعنی آدمی کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام جسم درست ہوجاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے اور یہ مسئلہ طبی قاعدہ سے بھی درست ہے اس لئے کہ امراض قلب تمام امراض میں بہت سخت ہیں اگر قلب صحیح اور قوی ہے تو اور امراض کو طبیعت خود دفع کر دیتی ہے اور اگر قلب میں ضعف اور مرض ہے تو اور جسد کتنا ہی قوی ہو سب بیکار ہے جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ قلب کی درستی سے تمام اعمال کی درستی ہوتی ہے تو قلب کی دُرستی کس سے ہو؟ تو ہم دیکھتے ہیں کہ قلب کے بھی بہت سے افعال ہیں تو اگر حق تعالیٰ تمام افعال کا حکم فرمادیتے یا اجمالاً یہ فرمادیتے کہ اپنے قلب کو درست کرو تو اس صورت میں بھی نفس کو ایک مشقت ہوتی کہ قلب کو کس طرح درست کریں کیا رحمت ہے کہ قلب کے تمام افعال میں سے صرف ایک مختصر سی بات فرمائی کہ صرف ہمارا خوف اختیار کرلو باقی سب ہم درست کردیں گے۔ اور وجہ یہ ہے ہم دیکھتے ہیں کہ حاکم کا اگر ڈر دل میں بیٹھ جاتا ہے تو اُس کی مخالفت پر جرأت نہیں ہوتی' اسی طرح اگر خدا تعالیٰ کا خوف کسی کے دل پر بیٹھ جائے تو اُس سے گناہ نہ ہوں گے اور اعمال کی اصلاح ہوجاویگی اور گذشتہ سے توبہ اور آیندہ کے لئے عزم ترک بھی کرے گا یہ محو ذنوب ہوا پس معلوم ہوگیا کہ تقویٰ کو اصلاح اعمال و محو ذنوب میں پورا دخل ہے اور تقویٰ اصلاح اعمال کے لئے بمنزلۂ علت تامہ کے ہے۔

خوف سے روکنے والی چیز کا بیان

اب اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ ہر شئے کے لئے کچھ موانع ہوتے ہیں اور کچھ ذرائع اُس کی تحصیل کے ہوتے ہیں اسی طرح خوف کے لئے موانع بھی ہیں اور ذرائع کی تحصیل کے بھی۔ موانع کو بیان کیا جاتا ہے اور طریقہ' تحصیل' آخر میں بیان کیا جاوے گا تو سمجھنا چاہئے کہ خوف سے روکنے والی صرف دو چیز ہیں اوّل تو عدم ایمان دوسرے تسویل شیطانی' (شیطان کا بُھلاوا) عدم ایمان تو ظاہر ہے کہ بفضلہ تعالیٰ یہاں نہیں ہے اس لئے اُس کے متعلق تو کچھ کلام کرنا ضروری نہیں البتہ تسویل شیطانی میں ابتلائے عام ہو رہا ہے اس کو بیان کیا جاتا ہے کہ شیطان نے سب کو یہ پٹّی پڑھا رکھی ہے کہ میاں جو کچھ کرنا ہے کرلو اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے اخیر میں توبہ کرلینا وہ سب بخش دیں گے۔

چنانچہ ارشاد بھی ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الیٰ) اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ٥ [اے نبی آپ کہدیجئے کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر بڑی آفت ڈھا رکھی ہے اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو.... وہ تو بڑا ہی غفور رحیم ہے۔ سراج] تو سُن لیجئے کہ حق تعالیٰ بیشک غفور رحیم ہے لیکن غفور رحیم کے وہ معنی نہیں ہیں جو یہ لوگ سمجھتے ہیں بلکہ غفور رحیم کے معنے یہ ہیں کہ جو لوگ نافرمانیاں کر چکے ہیں اور نادم ہیں لیکن اُن کو یہ تردد ہوتا ہے کہ آئندہ کے لئے تو خیر یہ تدبیر ہے کہ گناہ نہ کریں لیکن گذشتہ کرتوت کی اصلاح کیسے ہو تو اُن کے لئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ گذشتہ گناہوں کو بخشنے والا ہے چنانچہ شان نزول میں اسی خیال کے جواب میں نازل ہونا اس آیت کا مصرحًا مذکور ہے پس یہ آیت گناہانِ ماضی کے لئے ہے نہ یہ کہ آیندہ کے لئے بھی گناہ کی اجازت دے رہے ہیں۔ اب لوگ مستقبل کے لئے بھی اسی آیۃ کو اپنا مُتمسّک (سہارا) بناتے ہیں یہ سراسر غلطی ہے یاد رکھو کہ توبہ کی مثال مرہم کی سی ہے اور گناہ کی مثال آگ کی سی ہے مرہم تو اس لئے ہے کہ اتفاق سے اگر جل جاوے تو مرہم لگا دیا جاوے اس لئے نہیں ہے کہ اس اعتماد پر کہ ہمارے پاس مرہم ہے آگ میں گھسا کریں جس شخص کے پاس نمک سلیمانی ہو اُس کو یہ کب روا ہے کہ جان جان کر بہت سا کھایا کرے نمک سلیمانی تو اس واسطے ہے کہ اگر اتفاق سے بہت کھایا جائے تو نمک سلیمانی کھا لیا جاوے اُس سے ہضم ہو جاویگا اور جو ایسا کرے گا تو ایک روز جان سے ہاتھ دھوئے گا اسی طرح جو شخص توبہ کے اعتماد پر گناہ کرتا رہے گا ایک دن عجب نہیں وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے غرضیکہ توبہ کے بھروسہ گناہ کرنا بہت حماقت ہے۔

اس تمام تر تقریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ طریقہ اصلاح اعمال و محو ذنوب کا فقط اتنا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کر لو تو اسی سے تمام اعمال درست ہو جاویں گے اور زبان کی درستی بھی اگرچہ اس میں داخل ہے مگر پھر زبان کی دُرستی کو استقلالاً طریقہ کا جزو کیوں بنایا گیا اس میں کیا راز ہے پس بجائے اتقوا اللّٰہ وقولوا قولاً سدیداً کے یوں فرماتے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ یُسدّد لکم لسانکم ویُصلح لکم اعمالکم الخ۔ یوں نہیں فرمایا بلکہ وقولوا قولاً سدیداً کا اتقوا اللّٰہ پر عطف کیا اور اُس کو مستقل طریقہ قرار دیا تو وجہ اس کی یہ ہے کہ اعمال بہت سے ہیں ایک وہ جو ہاتھ پاؤں آنکھ وغیرہا سے ہوتے ہیں ایک وہ جو زبان سے ہوتے ہیں اور ان دونوں قسموں میں کئی قسم کا تفاوت (فرق) ہے۔

ایک یہ کہ سوائے لسان (زبان) کے اور سب جوارح (اعضا) کرنے سے تھک جاتے ہیں پاؤں تھک جاتا ہے کثرت سے چلنے سے ہاتھ تھک جاتا ہے اُن اعمال سے جو ہاتھ سے کئے جاتے ہیں آنکھ تھک جاتی ہے زیادہ دیکھنے سے۔ مگر یہ لسان بولنے سے نہیں تھکتی اگر لاکھ برس تک بک بک کرو تو

ہرگز نہ تھکے گی یہ بات دوسری ہے کہ بکثرت بولنے سے دل کے اندر بے رونقی سی پیدا ہوکر بولنے سے نفرت ہوجائے لیکن زبان کو فی نفسہ کوئی تکان نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لسانی (زبانی) اعمال سب جوارح کے اعمال سے عدد میں زیادہ ہوں گے پس گناہ بھی اس سے زیادہ ہوں گے ایک تو یہ تفاوت ہوا دوسرے یہ کہ زبان مثل برزخ کے ہے درمیان قلب و جوارح کے۔ قلب سے بھی اس کو مشابہت ہے اور جوارح سے بھی اور یہ مشابہت۔ خلقی بھی ہے اور باطنی بھی۔ خلقی یہ کہ قلب بالکل مخفی و مستور ہے اور جوارح بالکل ظاہر اور زبان مستور من وجہ و مکشوف من وجہ ہے (ایک لحاظ سے چھپی اور ایک لحاظ سے کھلی) چنانچہ شارع نے بھی اس کا اعتبار کیا ہے کہ صائم اگر منہ میں کوئی چیز لے کر بیٹھ جائے روزہ نہیں ٹوٹتا اس میں اس کے مکشوف ہونے کا اعتبار کیا گویا جوف میں وہ چیز نہیں گئی اور اگر تھوک نگلے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا اس میں مستور ہونے کا اعتبار کیا گویا جوف سے جوف میں ایک چیز چلی گئی اور غسل میں کُلّی کرنا فرض ہوا یہ مکشوف ہونے کا اعتبار فرمایا اور باطنی مشابہت یہ ہے کہ جیسے قلب کی اصلاح سے تمام بدن کی اصلاح ہوتی ہے اسی طرح زبان کی اصلاح سے تمام اعمالِ جوارح کی اصلاح ہوجاتی ہے جو شخص ساکت ہوکر بیٹھ جاوے اُس کے ہاتھ سے نہ ظلم ہوگا نہ زیادتی ہوگی نہ کسی سے لڑائی ہوگی نہ تکرار ہوگا اس لئے کہ زبان چلانے ہی سے نوبت ہاتھ پاؤں تک پہنچتی ہے ان سب سے اُس حدیث کی بھی تنویر (وضاحت اور تفسیر) ہوگئی کہ اِذا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعضاءَ کلّھا تکفر اللسان فتقول اتقی اللّٰہ فینا فانا نحن بک فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا۔ یعنی جس وقت ابن آدم صبح کرتا ہے تو اُس کے تمام اعضاء زبان کو قسم دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (اے زبان) ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں پس اگر تو راست ہوگی تو ہم سب راست رہیں گے اور اگر تو کج ہوگی ہم سب کج ہوجاویں گے۔

تفاوت دوم

تیسرا تفاوت دیگر جوارح اور لسان میں یہ ہے کہ زبان، قلب کی مُعبّر (شارح) ہے زبان سے جو کچھ کہا جاتا ہے اُس سے پوری حالت قلب کی معلوم ہوجاتی ہے اور اگر ساکت رہے تو کچھ حال معلوم نہ ہوگا کہ یہ شخص کیسا ہے زبان ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص متواضع ہے یا متکبّر ہے قانع ہے یا حریص عاقل ہے یا احمق دشمن ہے یا دوست خیرخواہ ہے یا بدخواہ بخلاف ہاتھ پاؤں کے سب شبہ ہوسکتا ہے ایک ہی طرح کا فعل ہاتھ پاؤں سے دوست دشمن سے صادر ہوسکتا ہے مثلاً قتل واقع ہوا تو اس سے یہ فیصلہ نہیں کرسکتے یہ کہ قاتل دشمن ہی تھا۔ ممکن ہے کہ دوست ہو اور وہ کسی اور کو قتل کرنا چاہتا ہو، اور ہاتھ چوک گیا ہو چنانچہ ایک جگہ کا واقعہ ہے کہ ایک بھائی نے بندوق چلائی، دوسرے بھائی کی آنکھ میں ایک چھرّہ جالگا اسی طرح مار پیٹ کبھی عداوت سے ہوتی ہے کبھی تادیب کے لئے ہوتی ہے غرض ایک شق متعین کرنے کے لئے خارجی قرائن کی ضرورت ہوتی ہے بخلاف لسان کے کہ یہ پوری نائب قلب کی ہے۔

تفاوت سوم

چوتھا تفاوت یہ ہے کہ تعلقات دو قسم کے ہیں ایک اپنے نفس کے ساتھ دوسرے غیروں کے ساتھ جو تعلق اُخوّت (بھائی چارہ) محبت عداوت (دشمنی) کا ہوگا وہ بدولت زبان کے ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ اعمال صالحہ میں ہم کو دوسروں کی امداد کی ضرورت ہے بغیر دوسروں کی امداد کے ہم رکعت تک نہیں پڑھ سکتے اس لئے کہ نماز کا طریقہ ہم کو کسی نے بتلایا ہوگا اس لئے ہم نماز پڑھتے ہیں قرآن شریف کسی نے پڑھایا اس لئے ہم پڑھتے ہیں روزہ کی فرضیت اور اُس کی تاکید اور اُس کی ماہیت کسی نے بتائی اس لئے روزہ رکھتے ہیں علیٰ ہذا تمام اعمال صالحہ اور ان بتلانے سکھلانے والوں نے بلا تعلق تو بتلایا نہیں اور وہ تعلق پیدا ہوا ہے لسان سے اور نیز تعلیم بھی ہم کو بذریعہ لسان کے کی گئی ہے تو اس اعتبار سے لِسان کو تمام اعمال صالحہ میں دخل ہوا گویا یہ تمام اعمال صالحہ بدولت اُس لسان ہی کے ہم سے صادر ہوتے ہیں۔

جبکہ دیگر جوارح اور لسان میں اس قدر تفاوت ہوئے اور لسان کو اعمال صالحہ کے وجود میں ایک دخل عظیم ہوا اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مستقل جزو طریقہ اصلاح کا بنا دیا اگرچہ تقویٰ سے جو درستی ہوگی درستی لسان بھی اس کا فرد عظیم ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے ذمہ دو کام ہوئے ایک خدا کا خوف دوسرے زبان کی اصلاح ان دونوں کے جمع ہونے سے آیندہ کے لئے اعمال کی اصلاح ہوگی اور گذشتہ گناہ محو ہو جائیں گے۔

اور یُصلح کی نسبت جو اپنی طرف فرمائی حالانکہ بظاہر اصلاحِ اعمال، کام عبد کا ہے تو وجہ اس کی یہ اشارہ ہے کہ ہم کو اپنے اوپر نظر نہ ہونا چاہئے اور یہ نہ سمجھیں کہ یہ کام ہم نے کیا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ ناز مت کرو جو کچھ کرتے ہیں ہم کرتے ہیں، اور خیر اگر کچھ ہمارے اختیار میں بھی ہے تو یہ ہے کہ مثلاً ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن پوری درستی جو مفہوم ہے یصلح کا یعنی یہ کہ جیسے چاہئے اس طرح کی نماز پڑھنا اور قلب کا اس میں حاضر ہو جانا یہ سب خُدا کی طرف سے ہے اور اس نسبت میں ایک اور لطیف نکتہ ہے وہ یہ کہ گویا فرماتے ہیں کہ یہ اعمال تو تم نے کر لئے لیکن ہم اس کی اصلاح کر کے فرشتوں کی معرفت پیش کرا دیں گے جیسے بچّہ سے کہا کرتے ہیں کہ یہ شئے اُٹھا لاؤ اور وہ اُٹھا نہیں سکتا تو خود اُٹھاتے ہیں اور اُس کا ہاتھ بھی لگوا لیتے ہیں اور اُٹھانے کی نسبت اُن کی طرف کرتے ہیں اور اُس پر انعام دیتے ہیں ایسی ہی ہمارا نماز روزہ ہے کہ خود توفیق دیتے ہیں خود رکھواتے ہیں اور خود ہی انعام عطا فرماتے ہیں، اللہ اکبر کس قدر رحمت ہے اور دوسری شئے جو اتقوا اللہ الخ پر مرتب فرمائی وہ یغفر لکم ذنوبکم ہے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بجائے یغفر لکم ذنوبکم کے یُنجّیکم ذنوبکم فرماتے یعنی تم کو گناہوں سے بچا لیں گے یہ نہیں فرمایا اس لئے کہ گناہوں سے بچانا تو یصلح لکم میں آچکا ہے ذنوب ماضیہ باقی تھے اُن کی نسبت فرمایا کہ اُن کی بھی فکر

نہ کرو اُن کو بھی اللہ تعالیٰ محو فرمادیں گے۔

تحصیل خوف کا آسان طریقہ

اب میں آپ کو خوف (کہ جس سے تمام اعمال درست ہوجاتے ہیں اُس) کے حاصل ہونے کا طریقہ بتلاتا ہوں اور وہ طریقہ گویا ایک گُر ہے اور میرے تمام وعظ کا گویا خلاصہ ہے اور وہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ وہ بھی حق تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے وہ یہ ہے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ یعنی فکر آخرت کیا کرو۔ اور فکر آخرت کا طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کرلو مثلاً سوتے وقت روز مرہ بلاناغہ بیٹھ کر سوچا کرو کہ معاد کیا ہے اور مرکر ہم کو کیا پیش آنے والا ہے مرنے سے لے کر جنت میں داخل ہونے تک جو واقعات ہونے والے ہیں سب کو سوچا کرو کہ ایک دن وہ آئے گا کہ میرا اس دار فانی سے کوچ ہوگا سب سامان، مال، اسباب، باغ، نوکر چاکر، اولاد، بیٹا، بیٹی، ماں، باپ، بھائی، خویش، اقارب، دوست، دشمن، سب یہیں رہ جاویں گے میں تن تنہا سب کو چھوڑ کر قبر کے گڑھے میں جا لیٹوں گا اور وہاں دو فرشتے آویں گے اگر میرے دن بھلے ہیں تو اچھی صورت میں ورنہ خدانخواستہ ڈراؤنی صورت میں نہایت ہولناک آواز سے آکر سوالات کریں گے پس اے نفس اس وقت کوئی تیرا مددگار نہ ہوگا تیرے اعمال ہی وہاں کام آویں گے اگر سوالات کے جواب درست ہوگئے تو سبحان اللہ جنت کی طرف کی کھڑکی کھل جاوے گی اور اگر خدانخواستہ امتحان میں ناکام رہا تو قبر "حفرۃ من حفر النار" (آگ کے گڈھوں میں سے ایک گڈھا) ہوگی اس کے بعد تو قبر سے اُٹھایا جائے گا اور نامۂ اعمال اڑائے جاویں گے حساب کتاب کے لئے پیش کیا جاوے گا پل صراط پر چلنا ہوگا اے نفس تو کس دھوکہ میں ہے اور ان سب واقعات پر تیرا ایمان ہے اور یقیناً جانتا ہے کہ یہ ہوکر رہیں گے پھر کیوں غفلت ہے اور کس وجہ سے گناہوں کے اندر دلیری ہے کیا دُنیا میں ہمیشہ رہنا ہے اے نفس تو ہی اپنا غمخوار بن اگر تو اپنی غمخواری نہ کرے گا تو تجھ سے زیادہ کون تیرا خیر خواہ ہوگا اسی طرح گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ روزانہ ان واقعات کو تفصیل سے سوچا کرے میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ انشاءاللہ چند ہی روز کے بعد دیکھو گے کہ خوف پیدا ہوگیا اور خوف پیدا ہونے کے بعد آپ کو ماضی سے توبہ کی فکر ہوگی اور آئندہ کے لئے اطاعت کی توفیق ہوگی اُس وقت آپ کو مشاہدہ ہوگا کہ اتقوا اللہ پر کیسے اصلاح اعمال و محو ذنوب مرتب ہوگئے۔ آگے فرماتے ہیں، وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۝ یعنی جو شخص اللہ و رسول ؐ کی اطاعت کرے وہ بیشک بڑی کامیابی کو پہنچا۔ یطع میں اشارہ ہے کہ جو شخص خوشی سے کہنا مانے اس لئے کہ یہ طوع سے مشتق ہے اور خوشی سے کہنا ماننا بدون محبت اللہ و رسول ؐ کے نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہونے کا طریقہ

اور اللہ کی محبت کے حاصل ہونے کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا ہے اس کے لئے بھی ایک وقت مقرر کرکے سوچا کرو کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی کس قدر نعمتیں ہیں چند روز کے بعد آپ کو مشاہدہ

ہوگا کہ ہم سرتا سر عنایات اور نعمتوں میں غرق ہیں اس سے آپ کے قلب میں حق تعالیٰ کی محبت اور اپنی ناکارگی اور تقصیر جاگزیں ہوگی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ (کہ یہ بلع کا تعلق آپ سے بھی ہے) محبت کا طریقہ بھی یہی ہے کہ حضورؐ نے جو ہمارے لئے مشقتیں اٹھائیں اور اپنی اُمت پر شفقت فرمائی اُس کو سوچا کرو جب محبت پیدا ہوگی اطاعت خوشی سے ہوگی ادھر محبت ہوگی اور پہلے جو طریقہ بیان کیا اُس سے خوف ہوگا یہ دونوں شے آپ کے دین دُنیا دونوں کو درست کر دیں گے اور بڑی کامیابی سے یہی مراد ہے۔ اب اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ ہم کو اصلاح اعمال کی توفیق عطا فرماویں وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ والسلام۔

ناظرین! آپ سے استدعا ہے کہ جامع وعظ ہذا کے لئے بھی دُعائے حسن خاتمہ فرماویں تاریخ تحریر ۱۵ شوال ۱۳۷۰ھ فقط

حضرت حکیم الامۃ علیہ الرحمہ اور اپنے اکابر کی مفید اور نفع مند کتابیں

احسانی کُتب خانہ

سے

طلب فرمائیں

(۱) مناجات مقبول کریمی :۔ گیارہ جدید مفید اضافوں کے ساتھ مجموعی صفحات ۲۵۲ قیمت عہ

(۲) وصیۃ الاحسان :۔ تعلیمات حضرت مرشدی مولانا شاہ محمد وصی اللہ صاحب دامت برکاتہم یعنی زمانہ حال کے سکۂ رائج الوقت (نفاق علمی و اعتقادی پر مبسوط دپُر اثر کلام) قیمت ۱۱ر (۳) وصیۃ الاخلاق عہ

(۴) فوائد الصحبۃ :۔ صحبت کی اہمیت اور اس کی تاثیر پر عمدہ رسالہ مؤلفہ حضرت مرشدی دامت برکاتہم قیمت ۲ر

(۵) تحفۃ السالکین :۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ مشہورہ ارشاد الطالبین کے ترجمۂ قدیم کا جدید ایڈیشن قیمت ۱۰ر (۶) عاقبۃ الانکار ۸ر (۷) تلاش مرشد ۳ر (۸) اصلاحی مضمون ۱۰ر

مواعظ اشرفیہ :۔ (متفرق مواعظ) شرف المکالمہ ۴ر۔ الرحمۃ علی الامۃ ۹ر۔ شفاء العی ۴ر۔ شرط الایمان ۳ر۔ غوائل الغضب ۵ر۔ الحج المبرور ۶ر۔

(سلسلہ دعوات عبدیت حصہ اوّل) آداب المساجد۔ مہمات الدعا اول و دوم۔ سیرۃ الصوفی۔ استخفاف المعاصی۔ حقوق المعاشرہ۔ الاخلاص اول و دوم۔ اصلاح انکسار۔ ذم الھویٰ۔ (یکجا غیر مجلد قیمت عہ)

(سلسلہ دعوات عبدیت حصہ دوم) تطہیر رمضان ۳ر۔ حقوق القرآن ۴ر۔ علاج الکبر ۳ر۔ حیوۃ طیبہ ۴ر۔ تسہیل الاصلاح ۳ر